ASL-210 Darood-i-Hazoor (Kashmiri)
Shan offset Litho works Delhi
(Pub. Sh. [illegible] [illegible]) (16 Pages)

ASL-211 Raddi-Taqviyatul Iman
Khalifa Mufti Azam Allama Badruddin Rizvi
(1985) Raza Academy Bombay (1388 H)

ASL-212 – Tafseer-i-Sura Fatiha
Ghulam Hasan Shah Islamabad
1408 H 16 Pages (Kashmiri)
Shabnam Printing Press Islamabad Kashmir.

تفسیر

سورۂ فاتحہ

مرتبہ

گنہگار غلام حسن شاہ ابن مرحوم محمد خلیل شاہ

ساکنہ نئی بستی اسلام آباد کشمیر

عرضِ مرتب

بندہ نے چند تفاسیر میں سورہ فاتحہ کا مطالعہ کیا، اسکی اہمیت افادیت اور ایمان و عقائد کیلئے ضرورت محسوس کر کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ ان تفاسیر سے اس سورۃ شریف کا مواد جمع کر کے ایک کتابچہ کی شکل دوں تاکہ عام اسلام پسند اور دین پسند احباب تک پہنچا سکوں۔ چونکہ یہ سورت نمازوں میں خواہ وہ فرض، سنت یا نوافل ہوں، پڑھی جاتی ہے اس لئے کم از کم اسکے معانی اور مفہوم سے عام مسلمان واقف ہو جائیں۔

عاجز نے اس کی ترتیب کیلئے تفسیر ابن کثیر، تفہیم القرآن، ترجمان القرآن از مولینا ابوالکلام آزاد اور تفسیر از مولینا اشرف علی صاحب تھانوی سے استفادہ کر کے مواد جمع کیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام اسکے مطالعہ سے مستفید ہو جائیں۔

آخر پہ التماس ہے کہ مجھ ناچیز کیلئے ہر نماز کے بعد دعائے مغفرت فرمائیں نیز عرض ہے کہ کوئی بھی جملہ مندرجہ کتابچہ میرا نہیں ہے، صرف ممکن ہے کہ تغیرِ الفاظ ترتیب دینے کیلئے ہوا ہو اس لئے حرف گیری سے معذور فرمائیں۔

خاکسار

غلام حسن شاہ

اسلام آباد کشمیر

یکم ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

نعت رسول مقبول صلعم

از مولنا جامیؒ

ز مهجوری برآمد جان عالم
ترحم یا نبی الله ترحم

نه آخر رحمة للعالمینی
ز محروماں چرا غافل نشینی

ز خاک ای لاله سیراب برخیز
چو نرگس خواب چند از خواب برخیز

برون آور سر از برد یمانی
که روئے تست صبح زندگانی

شب اندوه ما را روز گرداں
ز رویت روز ما فیروز گرداں

تو ابر رحمتی آں به که گاهی
کنی بر حال لب خشکاں نگاهے

نگاهے یا رسول الله نگاهے
نگاهے یا رسول الله نگاهے

بده دستی ز پا افتادگاں را
بکن دلداریٔ دل دادگاں را

اگرچه غرق دریاے گناهیم
افتاده خشک لب بر خاک راهیم

ز محراب لسجده کام جستیم
قدم گاهت بخون دیده شستیم

قضای افگند از راه ما را
رضا از خدا درخواه ما را

که بخشد از یقین اول حیاتے
دهد آخر بکار دین ثباتے

چو هول روز رستاخیز خیزد
بآتش آبروئے ما نه ریزد

کنند با این همه گمراهی ما
تو باشی شفاعت خواهی ما

سورہ فاتحہ اور اسکا ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے جو الرحمان اور الرحیم ہے

الحمد للہ رب العلمین ۝ الرحمٰن الرحیم ۝ مالک یوم الدین
ایاک نعبد و ایاک نستعین ۝ اھدنا الصراط المستقیم صراط
الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین
آمین

ترجمہ : ہر طرح کی ستائش (حمد - تعریف) اللہ کے لئے ہی ہے جو تمام کائنات کا پروردگار ہے۔ جو رحمت والا ہے اور جسکی رحمت تمام مخلوقات کو اپنی بخششوں سے مالا مال کر رہی ہے، جو اس دن کا مالک ہے جس دن کاموں کا بدلہ لوگوں کے حصہ میں آئے گا (خدایا) ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور صرف تو ہی ہے جس سے (اپنی ساری احتیاجوں میں) مدد مانگتے ہیں۔ صرف تو ہی ہے (خدایا) ہم پر (سعادت کی) راہ کھول دے، وہ راہ جو ان لوگوں کی راہ ہوئی جن پر تو نے انعام کیا۔ ان کی نہیں جو پھٹکارے گئے اور نہ ان کی راہ جو راہ سے بھٹک گئے۔

سورہ فاتحہ مکی صورت ہے۔ سات آیات بینات پر مشتمل ہے، اسکے مختلف نام ہیں۔

فاتحۃ القرآن، ام القرآن، الکافیہ، الکنز القرآن (خزانہ) اساس القرآن (بنیاد) سورۃ الشفا ولقد آتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم (دہرائی اور ورد کرنے والی) سورہ فاتحہ اجمال اور باقی قرآن تفصیل ہے۔ سورۂ فاتحہ دینی زندگانی کا دستور العمل ہے۔ خدا پرستی کے عقائد کا خلاصہ اور روحانی تصورات کا نصب العین ہے۔ نماز میں بکثرت پڑھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ دین حق کا ماحصل چار باتوں میں ہے۔ اس سے باہر کوئی بات نہیں۔

۵۔ خدا کی صفات کا ٹھیک تصور ۔ خدا پرستی میں انسان نے جتنی بھی ٹھوکریں کھائی ہیں اسکی صفات کے تصور میں ہی کھائی ہیں ۔

۶۔ مافوق مجازات کا اعتقاد لیعنی جس طرح دنیا میں ہر چیز کا ایک خاصہ اور قدرتی تاثیر ہے اس طرح انسانی اعمال کے بھی معنوی خواص و نتائج ہیں ۔ نیک عمل کا نتیجہ اچھائی اور برے عمل کا نتیجہ برائی ہے (دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی) ایسا نہیں ہے کہ بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست ۔ بلکہ

از مکافات عمل غافل مشو ۔ گندم از گندم بروید جو ز جو

۷۔ معاد کا یقین ۔ یعنی دنیا کی زندگی کا خاتمہ اس زندگانی کا خاتمہ نہیں اسکے بعد بھی زندگی ہے اور جزاء و سزا کا معاملہ پیش آنے والا ہے ۔ حضرت عزیرؑ کا قرآنی واقعہ حضرت ابراہیمؑ کا "رب ارنی کیف تحی الموتی' قال اولم تومن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی قال فخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءا ثم ادعھن یاتینک سعیا"

موت تجدید فراق زندگی کا نام ہے ۔ خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

موت کو سمجھے ہے غافل اختتام زندگی ۔ ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

۸۔ فلاح و سعادت کی راہ اور اسکی پہچان : ان چار باتوں کا ماحصل سورہ فاتحہ میں بیان کیا گیا ہے ۔

الحمد للہ : حمد کے معنی ثناء جمیل کے ہیں یعنی اچھی صفتیں بیان کرتے ہوئے اقرار کرنا کہ اچھی صفتوں والے خدا کی تعریف کرتا ہوں ۔ خدا کی ذات محمود ہے اس میں کوئی خوف اور بیم نہیں ۔ سراسر محبت، عشق اور تعریف ہی ہے' اب اس ذات محمود تک پہنچنے اور اسے پہچاننے کیلئے جو راستہ قرآن نے فراہم کیا ہے وہ راستہ بھی خوبصورت اور نفع بخش ہے ۔ اب ہم اس ذات محمود کو تفکر یعنی غور و فکر سے ہی پا سکتے ہیں ۔ خدا خود فرماتا ہے ۔ "الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السموات والارض"

یہاں بھی انسان نے تفکر کرتے کرتے ٹھوکر کھائی ۔ وہ جب خلقت سماء والارض پر سوچنے لگا تو صنعت اور کاریگری کی بھول بھلیوں میں پھنس گیا ایک آگے صانع اور کاریگر کی تلاش ترک کر دی ۔ وہ حسن یوسف پر فریفتہ ہوا لیکن جس نے اسے یہ حسن عطا کیا تھا اسکی تلاش نہ کی

لِلّٰہ۔ اِلٰہ کا مشتق ہے۔ اِلٰہ کے معنی تحیر اور درماندگی کے ہیں۔ اِس ذات کی ابتداء اور انتہا پر جتنا بھی غور کیا جائے حیرانگی اور درماندگی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اسی لئے عارفوں نے ہمیشہ دل و زبان سے یہی دعا مانگی کہ رَبِّ زِدْنِی فِیْکَ تَحَیُّراً (اے خدا ایسا کر کہ تیری ہستی میں ہمارا تحیر بڑھتا رہے) یہاں بھی انسان نے ٹھوکر کھائی، اسنے تحیر جاہلانہ اور تحیر عارفانہ میں فرق نہ کیا (منصور نے بھی خدا کو دیکھا دار پہ لٹکایا گیا) اور حضرت غوث الاعظمؓ نے بھی ایک نہیں چالیس بار خدا کو دیکھا۔ عالم انسانیت کو راہ راست پر لانے کیلئے عظیم کارنامے انجام دیئے۔ معراج سے واپسی پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَأَیْتُ رَبِّیْ نُوْرًا۔ یہاں یہی کہنا بہتر ہے معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد

رَبِّ الْعٰلَمِیْن: رب کے معنی پالنے والے کے ہیں۔ پالنے کے وسیع معانی اِس میں پوشیدہ ہیں یعنی ایسا پالنے والا جو پرورش کنندہ بھی ہو، معلم اور آقا بھی ہو هُوَ اَنْشَاءُ الشَّیْءِ حَالًا فَحَالًا اِلٰی حَدِّ التَّمَامِ، یعنی کسی چیز کو یکے بعد دیگرے اسکی مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق اسکی نشو ونما دیتے رہنا کہ اپنی حدِ کمال تک وہ چیز پہنچ جائے۔ ربوبیت کا ایک ناقص نمونہ ہم ماں کی پرورش میں پاتے ہیں جو اسے فطرت سے ودیعت کی گئی ہے (ناقص اِس لئے کہ بچہ کو ٹوکتی اور مارتی بھی ہے) اسکی صفت ربوبیت نے ہاتھی جیسے جسیم اور انسان جیسے عقل کیلئے جہاں سامانِ پرورش مہیا کیا وہاں غیر مسلح آنکھ (NAKED EYE) سے نہ دیکھنے والے کیڑے مکوڑوں، پرندوں وغیرہ کے لئے بھی سامانِ زیست مہیا کیا۔ اگر انسان اپنے وجود کو دیکھے تو خود اسکی زندگی کا ہر لمحہ ربوبیت الٰہی کا کرشمہ سازیوں کی ایک پوری کائنات ہے وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ یعنی ان لوگوں کیلئے جو (سچائی پر) یقین رکھنے والے ہیں۔ زمین میں (خدا کی کارفرمائیوں کی) کتنی ہی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے وجود میں بھی پھر کیا تم دیکھتے نہیں

نظام ربوبیت: اگر دنیا میں سامانِ زیست موجود ہے تو یہ خدا کی رحمت بخشش اور احسان ہے ربوبیت وہ ہے کہ جو چیز جس مقدار میں جس وقت ضرورت ہے مل رہا ہے مثلاً پانی کا ہونا اور اسکی تقسیم، موسموں کے مطابق کم یا زیادہ ہونا۔ قرآن فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ یعنی اور کوئی شئے نہیں جسکے ہمارے پاس ذخیرے موجود نہیں ہیں لیکن ہمارا طریقہ کار

یعنی جو کچھ ہم نازل کرتے ہیں ایک مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں جو چیز زندگی کیلئے جتنی ضرورت ہے وہ اسی مقدار میں زیادہ اور سہل الحصول ہے مثلاً ہوا، پانی، غذا۔

نظام ربوبیت کی ہمہ گیریت: پتھر کا سخت ٹکڑا اور پھول کا نازک پودا، آدمی کا بچہ اور درخت کا پودا۔ ان کی طفولیت، جوانی، بڑھاپا، مرجھا جانا یا مرنا ایک ہی اصول کے مطابق ہے لیکن ہر مرحلہ پر مطابق ضرورت سامان زیست میسر آتا ہے۔ غم روزی مخور نادان برہم زن اوراق دفتر را۔ کہ پیش از طفل ایزد پر کند پستان مادر را۔ (ماں کی اتنی محبت بچے کے سن بلوغ تک پہنچتے پہنچتے کم بھی ہوتی جاتی ہے) تاکہ بچے کی آنے والی زندگی کی ترقیوں میں ماں کی محبت رکاوٹ نہ بننے پائے صفت ربوبیت کا یہی تقاضا ہے کہ ہر موسم ہر پرورش کے مختلف خطوں میں مختلف سامان پرورش مہیا کرتا ہے یہ تقدیر ربوبیت ہے۔ دوسری چیز ہدایت ربوبیت ہے یا ربوبیت معنوی، صفت ربوبیت ہی ہے کہ پرندوں کو اڑنا، مچھلی اور آبی جانوروں کو تیرنا، چارپایوں کو چلنا، کیڑے مکوڑوں کو رینگنا سکھانے کے ساتھ ساتھ جسمانی ساخت کے مطابق ماحول بھی ویسا ہی عطا کیا۔ رب کی ہدایت یہی ہے کہ انسان کا بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کے پستان تلاش کر کے چوستا ہے۔ حاملہ بلی وضع حمل سے پہلے ایک محفوظ جگہ تلاش کرتی ہے ایسے ہی ہر ذی جان ایک وجدانی ہدایت کا تابع عمل پیرا ہوتی ہے۔ کچھوا سمندر سے نکل کر ریت کے گڑھے میں ساحل کے نزدیک انڈے دے جاتا ہے۔ پھر ریت سے گڑھے کو سطح بنا دیتا ہے تاکہ مگرمچھ آکر اٹھا نہ کھائے۔ ربوبیت الٰہی کا فیضان ہے کہ ہر مخلوق میں ہدایت جو اس پائی جاتی ہے اسکو قرآن نے وحی سے تعبیر کیا ہے۔ وحی کے معنی ہیں ایما اور اشارہ مثلاً واوحی الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتاً ومن الشجر ومما یعرشون۔ اور دیکھو تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ پہاڑوں اور درختوں میں اور ان ٹٹیوں میں جو اس غرض سے بلند کی جاتی ہیں اپنے لئے چھتے بنا۔

جب حضرت موسیٰؑ سے فرعون نے پوچھا من ربکما یا موسیٰ تو آپ نے جواب دیا ربنا الذی اعطیٰ کل شیٔ خلقہ ثم ھدیٰ، ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اسکی بناوٹ دی پھر اس پر (زندگی وعمل) کی راہ آسان کر دی۔ یہ نظام ربوبیت ہر طرح اور ہر حال میں ہر خلقت کے لئے موجود ہے اسی لئے تو فرمایا کہ رب ہو اپنی اپنی جامعیت کے ساتھ قائم ہے تمام عالموں کے لئے ہے۔ صفت

ربوبیت یہی ہے کہ اس کا بگاڑ بھی بناؤ کی وجہ بنتا ہے۔ اسکی ہر آفت بھی کسی نہ کسی نعمت کا متبادل بنتی ہے۔ مکان کتنی چیزوں کی تخریب سے تعمیر ہوتا ہے، سنگتراش کتنی کانٹ چھانٹ کے بعد ایک دلکش صورت سامنے لاتی ہے۔ اسی لئے تو فرمایا ان مع العسر یسرا۔ رب کے یہ عام اوصاف تمام عالموں اور عالمینوں کیلئے یکساں ہیں اور وہ عالم عالم انسانیت، عالم سماوات، عالم ارضی، عالم پرند و چرند، عالم نباتات، عالم حیوانات، عالم ملکوت عالم جن، عالم برزخ اور عالم آخرت ہیں اور اس رب العالمین کے سب سے بڑی صفت یہ ہیں کہ رب اپنی ربوبیت کاملہ کے ساتھ الرحمن الرحیم ہے۔ ان دونوں الفاظ کے معنی رحمت، محبت، شفقت، فضل اور احسان کے مفہوم ہیں، یہی وہ صفات ہیں جنکا قرآن نے ان الفاظ میں احاطہ کیا ہے ورحمتی وسعت کل شئی اور میری رحمت دنیا کی ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں الفاظ اسم رحمت ہیں لیکن دو مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں۔ عربی میں فعلان کے وزن پر جتنے صفت آتے ہیں صفت عارضہ ہوتے ہیں۔ خاص وقت کے لئے یا خاص علامت کے طور جیسے پیاسے کو عطشان جہالت ظاہر کرنے والے غضبان کہتے ہیں، اسی طرح رحمن رحمت کی خاص صفت ہے جسکا تعلق اسکے بندگان خاص ہی سے ہے مثلاً الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان۔ یہ رحمان ہی ہے جسنے اپنے رسولؐ کو قرآن سکھایا اور جو رحمت خاص روز قیامت کے لئے ہی ہے اسکے برعکس فعیل کے وزن پر کریمہ عظیمہ، حکیمہ وغیرہ وہ صفات ہیں جو عام اور فوری فرو[illegible] کے ہیں۔ اس معنی میں صفت رحیمہ ہے۔ یہ رب العلمین کی صفت رحیمیت ہی ہے کہ دنیا کی ہر چیز میں خوبی ہے، اچھائی ہے، پھول میں خوشبو، کھانے میں مزہ صورت میں حسن ہے، قرآن کہتا ہے۔ قل لمن ما فی السموات والارض قل للہ کتب علی نفسہ الرحمۃ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کے لئے ہے (اے پیغمبر) کہدے اللہ کے لئے۔ جس نے اپنے لئے ضروری ٹھہرایا ہے کہ رحمت ہو۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ پس کیا ہی بابرکت ذات ہے اللہ کی، بنانے والوں میں سب سے زیادہ حسن و خوبی کے ساتھ بنانے والا ہے۔ یہ خدا کی رحمت ہے کہ دنیا میں ہر چیز کا جوڑا بنایا۔ رات کیلئے دن، صبح کیلئے شام، نر کیلئے مادہ، مرد کیلئے عورت زندگی کیلئے موت، یہ جوڑ درختوں، پھولوں، کیڑے مکوڑوں جمادات تک کے لئے اسی رحمیت عام کے لئے جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء۔ خدا کی رحمت انہی بندوں کے لئے ہے جنکے دل میں ان کے بندوں کے لئے رحمت ہے یا یہ فرمایا کہ ارحموا من

فی الارض یرحمکم من فی السماء ۔ تمام زمین والوں پر رحم کرو (حتی کہ چرندوں اور پرندوں پر بھی) آسمان والا تم پہ رحم کرے گا ۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا ؛ دل دشمنان ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام ؛ کہ دشمنانت خلافت و جنگ

رحمت خداوندی کا دسترخوان اتنا کشادہ ہے کہ اپنے قرآن میں بیس سے زیادہ موقعوں پر اپنے گناہ گار بندوں کو یا عبادی کہہ کر پکارا ہے (اے میرے بندو) اسی رحمت کے انداز میں جیسطرح ایک باپ اپنے بیٹے کو نسبتی رشتے کے ساتھ پکارتا ہے ۔ یہی صفت رحیمیت ہے کہ منکرین خدا بھی اسکے دسترخوان سے اسکی دی ہوئی نعمتیں کھاتے ہیں ۔

ای کریم کہ از خزانہ غیب ۔ گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم ۔ تو کہ با دشمناں نظر داری

حضرت بابا داؤد خاکی رح اسی صفت رحیمیت سے دعا مانگتے ہیں ۔

خدایا رحمتت دریائے عام است ۔ ازاں یک قطرہ مارا تمام است
نہ گردد تیرہ آں دریا زمساتے ۔ ولے روشن شود کار جہانے

یہی وہ صفت رحیمیت ہے جسکے تحت اس رحیم خدا نے حضرت ابراہیم کی دعا کے جواب میں فرمایا ۔ جب حضرت ابراہیم خلیل نے دعا مانگی تھی واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا بلدا آمنا وارزق اھلہ من الثمرات من آمن منھم باللہ والیوم الآخر قال ومن کفر فامتعہ قلیلا ثم اضطرہ الی عذاب النار وبئس المصیر غرض گدایاں را ازیں معنی خبر نیست کہ سلطان جہاں با ما است امروز ۔۔ اس رحیم خدا کی صفت رحمانیت جو مخصوص روز قیامت کے لئے ہے شان یہ ہے کہ مالک یوم الدین ہے (قانون مجازات کا اعتقاد) الدین (قیامت کا دن) ہر چیز کے خواص اور نتائج موجود ہیں ۔ اسی طرح اعمال کے خواص و نتائج بھی موجود ہیں ۔ خواہ وہ نیک ہوں یا برے ان نتائج کو سامنے لانے والا برے یا بھلے اعمال کا بھرپور سزا یا جزا دینے والا مالک یوم الدین نے اس فیصلے کا اعلان کر رکھا ہے ۔ لا یستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ اصحاب الجنۃ ہم الفائزون اصحاب الجنۃ واصحاب النار (اپنے اپنے اعمال و نتائج میں) یکساں نہیں ہو سکتے ۔ کامیاب انسان وہی

جو اصحاب جنت ہیں۔ دنیا کی ہر چیز میں مکافات ہیں۔ اثر ہے نتیجہ ہے یا بدلہ ہے تو کیسے ممکن ہے کہ مکافات عمل نہ ہو۔ دنیا میں اعمال کا بدلہ پورے کا پورا نہیں ملتا۔ یہ مالک یوم الدین کی ہی صفت ربوبیت ہے کہ آخرت میں پورا پورا مکافات عمل ملے۔ قرآن کہتا ہے لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت ۔ ہر انسان کے لئے وہی ہے جسمیں کچھ اسکی کمائی ہوگی۔ جو کچھ اسنے پاتا ہے وہ اسکی کمائی ہے اور جسکے لئے اسے جواب دہ ہوتا ہے وہ بھی اسکی کمائی ہے۔ حدیث نبوی (ترمذی شریف) میں ہے جسکی روایت حضرت ابن مسعود رض کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی شخص کو قیامت کے دن قدم اٹھانے کی اس وقت تک اجازت نہ دی جائے گی جبتک اس سے پانچ باتوں کے متعلق نہ پوچھا جائیگا ۱ء اپنی عمر کے بابت کہ کس طرح اسنے یہ دنیا میں بسر کی ۲ء اسکی جوانی کے بابت کہ یہ اہم وقت اسنے کیسے گذارا ۳ء اسکے مال ودولت کے بابت کہ کیسے کمایا ۴ء اور یہ مال کیسے اور کن راہوں میں خرچ کیا ۵ء اور اس سے پوچھا جائے گا کہ جتنا تم نے علم دین پڑھا یا سنا اس پر کتنا عمل کیا۔ یہ انفرادی پوچھ تاچھ ہے اور اجتماعی قوموں اور جماعتوں کی نسبت ایک عام قاعدہ بھی قرآن نے بتایا ہے تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون ۝ یہ ایک امت تھی جو گذر چکی ہے اسکے لئے وہ نتیجہ تھا جو اسنے کمایا اور تمہارے لئے وہ نتیجہ ہے جو تم کماؤ گے

۲ء الدین ۔ کے دوسرے مذہب وقانون کے لئے بھی ہیں کیونکہ دونوں کا تعلق مکافات عمل سے اور تعزیر وسیاست کے ساتھ ہے۔

سورہ یوسف میں درج ہے کہ جب حضرت یوسف ع نے اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو اپنے پاس کھ روکنا چاہا تو قرآن نے فرمایا ما کان لیاخذ اخاہ فی دین الملک الا ان یشاء اللہ یہاں بادشاہ مصر کے دین سے مقصود اسکا قانون ہے (LAW OF THE LAND) حضرت یوسف ع خود دین الملک پر عمل پیرا نہ تھے بلکہ چند مجبوریوں کے پیش نظر کچھ مدت تک مصر کا ملکی قانون چلاتے رہے (حضرت یوسف ع کا کام نہ تھا کہ بادشاہ کے دین (قانون) میں اپنے بھائی کو پکڑتا الا یہ کہ اللہ ہی ایسا چاہے) اور کام سے یہاں مراد حضرت یوسف ع کا مقام ہے۔

۵۔ مالک یوم الدین کے فرمانے سے عدالت الٰہی کا تصور ہمارے ذہن میں پیدا ہوتا ہے قبل اسکے لفظ رب کے جتنے بھی معنی بیان کئے گئے ایسے صفتوں والا ہی صرف اور صرف پورے پورے جزا و سزا کا مالک ہو سکتا ہے اور ایسی ہی صفات کی ذات بھرپور جزا یا سزا دے سکتی ہے۔ جناب رسول مقبول صلعم کی ایک مشہور حدیث مشکوٰۃ شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ ایک روز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روتے ہوئے دیکھا پوچھا اے عائشہ تو آج کیوں روتی ہے میں نے عرض کیا کل آپ نے مناظر قیامت کا تذکرہ فرمایا اس وقت سے میں خوف آخرت کی وجہ سے رو رہی ہوں۔ حضور صلعم نے فرمایا یہ رونا تمہیں مبارک ہو۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کیا آپ قیامت کے دن اپنے عیال کو یاد نہیں فرمائینگے تو جواباً آنحضور صلعم نے فرمایا یا عائشۃ ثلاث مواطن لا یذکر احد احداً عند المیزان۔ وعند تطایر الکتاب۔ وعند الصراط۔

یہی دین لیکر مختلف اوقات پر پیغمبر آئے جسکی ابتداء حضرت آدم ؑ سے ہوئی اور انتہا جناب خاتم النبیین ؐ پر ہوئی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول صلعم کو ہدایت کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار گزرے (اگر یہ چند عبادات و اوراد و افکار کا ہی دین ہوتا تو مشرکوں پر کیوں ناگوار گزرتا) الدین کے معنی ہیں وہ نظام زندگی یا طریقہ زندگی جسکے قائم کرنے والوں کو سند حاصل ہو اور وہ مطاع تسلیم کیا جائے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اب اس آیت کی رو سے رسول کے لائے ہوئے دین کے لئے یہ کیسے مناسب ہو کہ اسکا لایا ہوا دین یا نظام زندگی دوسرے کسی نظام زندگی سے مغلوب ہو کر رہے بالفاظ دیگر رسول صلعم کے دین کے ماننے والے دین حق کے بغیر اور کسی طریقہ زندگی کے زیر اثر دب کر رہیں اور اسکو ٹھنڈے پیٹوں برداشت بھی کر لیں

خداوند کریم کا حتمی فیصلہ ہے کہ قل ھل من شرکائکم من یھدی الی الحق (سورہ یونس) یا رسول اللہ صلعم ان سے پوچھیں کہ تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں

میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ دینِ حق یا قانونِ الٰہی کی
یہ خاصیت ہے کہ یہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسکے ضمیر کو تیار کرتا ہے۔ یہ ایک
فرد یا جماعت کے پوشیدہ سے پوشیدہ کام کے لئے خدا کی گرفت کا تصور بٹھاتا ہے
ایک باطل قانون جو ایک انسان یا جماعت کا وضع کردہ ہو چوروں کے ہاتھوں میں
ہتھکڑی پہناتا ہے لیکن اسکے ضمیر کو جھنجھوڑتا نہیں ہے (دورِ خلافت کی متعدد مثالیں)
اسلام انسان کے جذبات کی تربیت اس طرح کرتا ہے کہ اسکے لئے بیٹے کے حلق پر چھری
پھیرنا آسان ہوتا ہے لیکن مالک یوم الدین کی نافرمانی سخت جانتا ہے۔ اپنے گاڑھے
پسینے کی کمائی ہوئی دولت مالک یوم الدین کے حکم پر خوشی خوشی اسکی مرضی
پر لٹانے کے لئے تیار رہتا ہے وہ دل کی عمیق گہرائیوں سے بے ساختہ بول اٹھتا
ہے ؎

پروانے کو شمع اور بلبل کو پھول بس — صدیق رض کے لئے ہے اللہ کا رسول ؐ بس

جب زبانِ حق بیان ؐ سے جناب ابوالاحداح رض یہ فرمان سنتے ہیں کہ اے ابوالاحداح رض
قرآن کا حکم ہے من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضاعفہ لہ اضعافاً کثیراً
تو بیعت کر کے اپنے چھ سو درختوں سے بھرے کھجور کے باغ کو جو تیار تھا۔ راہ حق
میں اس طرح دیتا ہے کہ اسی وقت باغ کی طرف دوڑ کر بچوں اور بیوی کو دور سے
پکارتا ہے کہ اے ام دحداح باغ سے باہر نکلو یہ باغ میووں سمیت میں نے خدا
کو دیا ہے۔

یہ کارخانہ ہستی کو اچھے ڈھنگ سے چلانے کیلئے تین عناصر کی ضرورت ہے
(ا) ربوبیت (ب) رحمت اور (ج) عدالت۔ دو کا بیان مختصراً ہوا ہے
اور عدالت سے بناؤ اور خوبی ظہور میں آتی ہے اور نقصان و فساد کا ازالہ ہوتا ہے
قرآن اسی دین کے متعلق صاف الفاظ میں فرماتا ہے افغیر دین اللہ یبغون
ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرھاً والیہ یرجعون ۝
کیا یہ لوگ چاہتے ہیں اللہ کا ٹھہرا ہوا دین چھوڑ کر کوئی دوسرا دین تلاش کریں
حالانکہ آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے، سب اسی کے حکم کی اطاعت کرتے
ہیں۔ خوشی سے یا ناخوشی سے (مگر سب کا چلنا پھرنا اسی کے ٹھہرائے ہوئے قانون

پہے) اور بالآخر اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

(نوٹ:- یوم الدین کا تصور ذہن نشین کرنے کے لئے سورۂ انباء (پارہ عمّ) کی آیات ۲۱ تا ۴۳ کا ترجمہ بھی مفید اور برمحل ہوگا)

ایاک۴ نعبد و ایاک نستعین - اسی مالک یوم الدین سے ہم یہی تصور ذہن میں رکھتے ہوئے اپنی بندگی کا اعتراف کرتے ہوئے اسی سے مدد کے خواستگار ہیں - عبادت کے معنی پوجا اور پرستش (۲) اطاعت اور فرماں برداری (۳) بندگی اور غلامی کے ہیں - ہم اقرار کرتے ہیں کہ یہ اطاعت اور پوجا - بندگی اور غلامی صرف تیری اور تیری ہی کرتے ہیں - ان سب اعتقادات میں کوئی دوسرا ہمارا معبود نہیں - صرف عبادت کرنے کا ہی نہیں بلکہ استعانت کا تعلق بھی ہم تیرے ہی ساتھ رکھتے ہیں - ہمیں معلوم ہے کہ ساری کائنات کا رب تو ہی - ساری طاقتیں تیرے ہی دستِ قدرت میں ہیں اور ساری نعمتوں کا مالک اکیلا تو ہی ہے - اسی یقین اور اعتقاد کی بنا پر ہم اپنی یہ درخواست لے کر صرف اور صرف تیری خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلعم کے وصال کے بعد جب مسلمانوں میں اس اندوہناک خبر سے افراتفری اور اختلافات پیدا ہونے لگے حتیٰ کہ عمر فاروق رضؓ بھی تاب نہ لا سکے تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے برسر منبر اعلان فرمایا من کان یعبد منکم محمداً فان محمداً قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ - فان اللہ حی لا یموت (بخاری) یعنی جو کوئی تم میں سے حضرت محمدؐ کی پرستش کرتا تھا، سو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمدؐ نے وفات پائی اور جو کوئی تم میں سے اللہ کی پرستش کرتا ہے تو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی ذات زندہ ہے اسکے لئے موت نہیں - ایک اور بات جو ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اسلام نے ایک ہی رب کی عبادت کا تصور خاص اور عام اور امیر و غریب عالم و جاہل کیلئے دیا ہے جبکہ آج بھی باقی ادیان میں خواص کی عبادت سیدھے خدا کیلئے ہے اور عوام کیلئے لازم ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ بتوں کی عبادت کرے - یہ بات نہیں ہے

خواہ از طریق میکدہ خواہ از رہ حرم | از ہر جہت کہ شاد شوی فتح باب گیر

اس دورنگی پالیسی کو قرآن بیخ دین سے اکھیڑتا ہے - اس حقیقت کو ایک مشہور حدیث نبوی ؐ جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث جبریل سے مشہور ہے - نہایت جامع الفاظ میں یہ فرق مراتب واضح کرتا ہے - یہ حدیث تین مرتبوں کا ذکر کرتی ہے

اسلام، ایمان، اور احسان

اسلام یہ ہے کہ اسلامی عقیدہ کا اقرار کرنا اور عمل کے چاروں رکن یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا انجام دینا۔ ایمان یہ ہے کہ اقرار مرتبہ سے آگے بڑھنا اور اسلام کے بنیادی عقائد کے حق الیقین کا مرتبہ حاصل کرنا " بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق۔ عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی"

احسان یہ ہے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے اپنے سامنے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھتا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ تیسرا درجہ وہ ہے جو عین الیقین کا درجہ ہے۔ یہاں اس مقام پر پہنچ کر اگر کوئی کچھ کہتا ہے تو صرف یہی کہتا ہے۔

پرسید یکے کہ عاشقی چیست ۔ گفتم کہ چو من شوی بدانی

اھدنا الصراط المستقیم ۝ ہدایت کے معنی رہنمائی کرنا۔ راستہ دکھانا، راہ پر لگانا ہے۔ قرآن اسکی تشریح اس طرح کرتا ہے

الذی خلق فسوی والذی قدر فھدی۔ وہ پروردگار جسنے ہر چیز پیدا کی اور پھر اسے درست کیا، پھر ایک اندازہ ٹھہرا دیا۔ پھر اس راہ (عمل) کھول دی۔ اس طرح عالم اور عالمیوں کے لئے چار مرتبہ ہوئے (ا) تخلیق (ب) تسویہ (ج) تقدیر (د) اور ہدایت

تخلیق کے معنی پیدا کرنے کے ہیں۔ یعنی کائنات یا عالم اور جو کچھ کائنات میں ہے اسکا مواد عدم سے وجود میں آگیا۔ تسویہ کے معنی ہیں کہ ہر وجود کو جسطرح ہونا چاہیے تھا ٹھیک ٹھیک درست اور آراستہ کیا (گینڈے اور چوہے۔ ہاتھی اور شیر، بادشاہ اور فقیر کی مثالیں)

تقدیر کے معنی اندازہ ٹھہرا دینے کے ہیں۔ ہر چیز کو اندازے کے مطابق بنانا۔ (سونا، مٹی، پرند شیر، بھیڑ بکریاں، مزدور، سائنس داں، ڈاکٹر، قصائی، کسان اور تاجر تا ملازم وغیرہ)

ہدایت سے مقصود یہ ہے کہ ہر وجود پر اسکی زندگی و معیشت کی راہ کھول دی جائے مثل مخلوقات میں پرندوں کی بھی ایک خلقت ہے (ا) اسکا مادہ خلقت ظہور میں آگیا تخلیق ہے (ب) تمام ظاہری و باطنی قویٰ اس طرح بنائے کہ ٹھیک ٹھیک قوام اور اعتدال کی حالت پیدا ہو گئی تسویہ ہے (مثلاً پرندوں کو پر، انسانوں کو ٹانگیں، چوپایوں وغیرہ کو دیگر اعضاء)

(ج) تقدیر تمام اعمال کے لئے ایک خاص اندازہ ٹھہرایا گیا جس سے وہ باہر نہیں جاسکتے ہوا میں اڑیں گے، پانی میں نہیں تیرینگے وغیرہ یہ تقدیر ہے

(۲) ہدایت - انکے اندر ایک وجدانی روشنی پیدا ہوگئی کہ اپنی بقا کے لئے اور زندگی قائم رکھنے کیلئے متاعِ حیات کی متوازن طلب اور حصول کی کوشش پیدا ہوگئی - یہ ہدایت ہے۔ ہم ہدایت کا سیدھا راستہ اسی سے مانگتے ہیں جسکے یہ صفات ہیں۔

الذی خلقنی فھو یھدین، والذی ھو یطعمنی ویسقین واذا مرضت فھو یشفین ٥ جس پروردگار نے مجھے پیدا کیا ہے، وہی میری ہدایت کرے گا اور پھر وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہوجاتا ہوں، تو وہی شفا بخشتا ہے - کیا یہ ممکن ہے کہ جس رب کے اتنے احسانات ہوں، اسنے اپنی مخلوق کے لئے سامان ہدایت پیدا نہ کیا ہو - ہدایت کے تین مراتب پیدا کئے (۱) وجدان (۲) حواس (۳) عقل - جوہر عقل صرف انسان کو عطا کیا - وجدان اندرونی الہام ہے (کسی شرابی سے پوچھو یہ اچھا عمل ہے؟ کسی چور یا زانی سے پوچھو کیا تم نے اچھا کام کرتے ہو (وغیرہ) حواس کے ذریعے دیکھنے سننے، سونگھنے اور چکھنے کی قوتیں ہیں اور عقل انسان کیلئے غیر محدود ترقیات کا دروازہ کھولتی ہے اور اسکے کائنات کی تمام مخلوق کا حاصل اور خلاصہ بنا دیا - قرآن فرماتا ہے انا خلقنا الانسان من نطفہ امشاج نبتلیہ فجعلنہ سمیعا بصیرا انا ھدینہ السبیل اما شاکرا واما کفورا ٥ ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا جسے مختلف حالتوں میں پلٹتے ہیں پھر اسے ایسا بنا دیا کہ سننے اور دیکھنے والا وجود ہوگیا - ہم نے اس پر راہ عمل کھول دی اب یہ اس کا کام ہے کہ یا تو شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا (یعنی یا تو خدا کے دئے ہوئے توانائیوں اور قوتوں کو ٹھیک ٹھیک کام میں لائے اور فلاح و سعادت کی راہ اختیار کرے یا ان سے میری ہدایت کے مطابق کام نہ لے اور گمراہ ہو جائے)

الھُدیٰ : ہدایت کی ایک ہی اور حقیقی راہ صرف اور صرف وحی الٰہی کی راہ ہے جسکی عملی تفسیر رسول مقبول صلعم نے پیش فرمائی جو ہر زمانہ میں ہر قوم، ہر ملک اور ہر وقت کے لئے ایک ہی سیدھی راہ ہے - تمام انبیاء نے بلا اختلاف اسی کی تائید ہی کی - سب نے لا الہ الا اللہ کہا۔ آدم صفی اللہ نوحؑ، ابراہیمؑ، عیسیٰؑ، موسیٰؑ اور جناب محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا

صراط مستقیم : صراط کے معنی راہ کے ہیں اور مستقیم کے معنی سیدھی کے، اس سیدھی راہ کی پہچان بیان کی کہ صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر خدا کا انعام ہوا - انکی راہ نہیں جو مغضوب ہوئے نہ انکی جو گمراہ ہیں - یہ انعام یافتہ لوگ کون ہیں - قرآن فرماتا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک

رفیقاً ۰ اس آیت میں بالترتیب چار جماعتوں کا ذکر کیا گیا اور انہیں انعام یافتہ قرار دیا ہے۔
انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین۔ انبیا اور صدیقین کے علاوہ شہدا کا مطلب
صرف یہ نہیں کہ جو میدان جنگ میں خدائی جماعت کے ساتھ دشمن دین سے لڑتے لڑتے قتل ہوئے ہوں بلکہ
وہ بھی شہید ہیں جو زندگی کے حق و باطل کے ہر موڑ پر اپنے عمل، کردار، قول و عمل سے حق و صداقت
کی بھی شہادت دینے والے ہوں۔ صالحین سے مقصود وہ تمام انسان ہیں جو نیک عمل کی راہ میں استقامت
رکھیں اور برائی کی راہوں سے کنارہ کش ہوں۔ اسی صراط مستقیم کو الذین سے بھی قرآن نے تعبیر کیا ہے
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سورۃ نحل میں فرمایا وھدٰہ الی صراط المستقیم' ان سب کو ہم
(خدا) نے صراط مستقیم دکھائی۔ صراط مستقیم کی وضاحت حدیث پاک میں یوں فرمائی
گئی ہے۔ عن ابن مسعود رض قال خط لنا رسول اللہ خطاً بیدہٖ ثم قال ھذا سبیل
اللہ مستقیماً۔ ثم خط خطوطاً عن یمین ذالک وعن شمالہ۔ ثم قال وھذہ السبل لیس
منھا سبیل الا علیہ شیطان یدعوا الیہ ثم قرأ ھذہ الآیۃ' وان ھذا صراطی
مستقیماً۔ قرآن کا پیروکار وہ ہے جو دین کی سیدھی راہ پر چلنے والا ہو۔ وہ راہ نہیں جو کسی خاص
گروہ کسی خاص نسل، کسی خاص قوم، کسی خاص عہد کی راہ ہو بلکہ خدا کی عالمگیر سچائی کی راہ ہو جو ہر
قوم، گروہ نسل اور زمانے (عہد) کے لئے مفید راہ ہو جو جغرافیائی حد بندیوں سے بالا ہو۔ غیر
المغضوب علیھم ولا الضالین ۔۔ انعام یافتہ والوں کا مثبت پہلو ہی ظاہر نہیں فرمایا بلکہ منفی پہلو
کی بھی نشاندہی فرمائی۔ مغضوب گروہ منعم گروہ کی ضد ہے

مغضوب: وہ ہوئے جنہوں نے حصول معرفت کے بعد انکار کیا اور اسے پاکر روگردانی کی اور ضالین
وہ ہوئے جو ہدایت کی راہ پا ہی نہ سکے

اب دنیا میں مذہبی حیثیت سے مغضوب گروہوں کی بہت سی مثالیں ہیں جنکو راہ ہدایت دکھائی
گئی وہ اس پر چلے، خدا نے انکو اپنی نعمتوں سے نوازا پھر انہوں نے روگردانی کی۔ یہ لوگ مغضوب
ہیں۔ بنی اسرائیل کی مثال (یہود) اور ضالین کے لئے نصارا (عیسائی) کی مثال سمجھنے کے لئے
بہترین ذخیرہ ہے۔ یہ قانون قدرت ہے جس میں نہ تو اشیاء کی تاثیر میں تبدیلی آسکتی ہے اور نہ
اعمال ہی میں۔ سنکھیا کی جو تاثیر زمانہ ماضی میں تھی وہی حال اور مستقبل میں بھی رہے گی اسی
طرح شہد کی تاثیر میں کبھی طول زمانی یا مکانی سے کوئی فرق پیدا نہ ہوگا قرآن فرماتا ہے سنۃ
اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا' (جو لوگ تم سے پہلے

گذر چکے ہیں ان کے لئے اللہ کی سنت یہی رہی (یعنی اللہ کے قوانین کا دستور یہی رہا) اور اللہ کی سنت
میں تم کبھی رد و بدل نہیں پاؤ گے۔ سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد
لسنتنا تحویلا۔ (اے پیغمبر) تم سے پہلے جن رسولوں کو ہم نے بھیجا ہے اُن کے لئے ہماری سنت یہی رہی
ہے اور ہماری سنت کبھی ٹلنے والی نہیں۔ جس طرح خدا انعام پانے والوں کی کامرانیوں کا ذکر
کرتا ہے اسی طرح مغضوب اور ضالین کی محرومیوں کی سرگذشت بھی بیان کرتا ہے۔ پارہ نمبر ۱۴
آیت ۲۸ سے ۴۳ تک خداوند کریم اور شیطان کی گفتگو کہ ضالین اور مغضوب کون اور کیوں ہونگے
رب نے پوچھا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا۔ اسنے یہ کہا میرا
یہ کام نہیں ہے کہ اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کیا ہے
رب نے فرمایا اچھا تو نکل جا یہاں سے کیونکہ تو مردود ہے اور اب روزِ جزا تک تجھ پر لعنت ہے
اسنے عرض کیا میرے رب یہ بات ہے تو مجھے اُس روز تک کیلئے مہلت دے جبکہ سب انسان دوبارہ
اٹھائے جائینگے۔ فرمایا اچھا تجھے مہلت ہے اس دن تک جسکا وقت ہمیں معلوم ہے۔ وہ
بولا میرے رب جیسا تو نے مجھے بہکایا اسی طرح اب میں اُن کے لئے زمین میں دلفریبیاں
پیدا کر کے ان سب کو بہکا دونگا سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں خالص
کر دیا ہو۔

فرمایا۔ یہ راستہ ہے جو سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے۔ بے شک جو میرے حقیقی
بندے ہیں اُن پر تیرا بس نہ چلے گا۔ تیرا بس تو صرف ان بہکے ہوئے
لوگوں پر ہی چلے گا جو تیری پیروی کریں اور اُن سب کیلئے جہنم کی وعید
ہے۔

شیطان کی دلفریبیوں میں پھنسنے والے انسانوں کے ساتھ خدا کا رویہ
سورہ انعام رکوع ۵ آیت ۴۲ تا ۴۵، وما توفیقی الا باللہ

خداوند کریم میری اس کوشش کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر میرے
لئے توشہ آخرت بنائے اور قارئین کرام کو ہدایت کی دولت عطا
فرمائے۔ آمین ثم آمین

تمت بالخیر

اللھم اغفر لکاتبہ ولقارئہ ولمن نظر الیہ (آمین)۔ کاتب محمد مرتضیٰ